حضرت حافظ الملت محمد صدیقؒ کی دینی وملی خدمات کا تحقیقی جائزہ

سبین اکبر*
محمد بخش**

سر زمین سندھ کو بلاشبہ یہ شرفِ عظیم حاصل ہے کہ یہاں بے شمار عارفان حق نے جنم لیا، جنہوں نے اپنے سیرت و کردار سے لاکھوں گمشتگان راہ کو صراطِ مستقم دکھائی اور خدا کے ملانے کا عظیم کام انجام دیا اور اُن کے قلوب کو آلائشوں وکدروتوں سے پاک کر کے مصفا بنایا۔انھیں نیک و برگزیدہ ہستیوں میں ایک آفتاب ولایت حضرت سید العارفین حافظ الملت محمد صدیقؒ بانی خانقاہ بھرچونڈی شریف ہیں۔

حضرت حافظ الملتؒ کا خاندانی پس منظر:

آپ کے آباؤ واجداد و نسب کے بارے میں مختلف آراء پائی جاتی ہیں۔ ایک رائے کے مطابق آپ خاندان قریش سے تعلق رکھتے تھے، جو کیچ مکران کے راستے سندھ میں داخ ہوا۔ اور جبکہ دوسری روایت کے مطابق آپ کے والد میاں محمد ملوک نے یہاں آکر سندھ کی مشہور قوم ''سمیجہ''میں نکاح کیا اور اسی نسبت سے سمیجہ کہلائے گویا یہ نسبت ننھیالی خاندان کی طرف ہے۔(۲)اسی خیال کی تائید الشریعت میں بھی کی گئی ہے۔(۳)آپ کی ولادت کی مکمل تاریخ کہیں دستیاب نہیں تاہم سن ولادت ۱۲۳۴ء/۱۸۱۹ء ہے۔(۴)سن پیدائش کے مطابق آپ کی عمر ۴۷برس بنتی ہے اور یہی عمر مصنف عبد الرحمٰن نے تحریر کی ہے۔(۵) جبکہ اس کے برعکس حامی عبیدی سن پیدائش سے اختلاف کرتے ہوئے آپ کی عمر سو برس سے زائد بیان کرتے ہیں۔(۶)

تعلیم وتربیت:

زمانہ طفولیت ہی میں تھے کہ والد کا انتقال ہو گیا اور تعلیم و تربیت کے سارے فرائض آپ کی والدہ کے سرپر آن پڑے۔شروع میں والدہ نے ایک حافظ قرآن کا اہتمام کیا جس سے آپ کچھ عرصہ تک ناظرہ قرآن مجید پڑھتے رہے۔بعد میں مزید علمی ذوق وشوق آپ کو سابق ریاست بہاولپور لے گیا جہاں آپ ایک مکتب میں داخل

*اسسٹنٹ پروفیسر،بلوچستان یونیورسٹی آف انفارمیشن ٹیکنالوجی انجینیرَنگ اینڈ مینجمنٹ سائنسز، تکتو کیمپس، کوئٹہ، پاکستان
**پروفیسر، گورنمنٹ جنرل موسیٰ ڈگری کالج، کوئٹہ، پاکستان

ہوئے۔(۷) پھر جب آپ کی والدہ نے حضرت سید محمد حسن جیلانیؒ جو اپنے مرشد کے حکم پر سوئی شریف تشریف لائے ان کی شہرت سن کر حضرت حافظ الملت محمد صدیقؒ کی والدہ آپ کو حضرت جیلانی سائیںؒ کی خدمت میں لے گئیں۔ اس وقت آپ کی عمر گیارہ برس تھی انھوں نے باطنی نظر سے فوراً بھانپ لیا کہ یہ بچہ بڑا ہو کر نامور ہستی بنے گا آپ نے محبت اور خصوصی شفقت کا برتاؤ کیا اور اپنے ہاں ٹھہرالیا اور نہ صرف ظاہری بلکہ باطنی تربیت بھی کرنا شروع کر دی۔(۸)

بیعت و خلافت:

خرقہ خلافت ملنے کے ایک عرصہ بعد تک اپنے مرشد کی بارگاہ میں رہ کر سلوک و عرفان کی منزلیں طے کرتے رہے اور خانقاہ و فقراء کی خدمت میں پیش پیش رہے اور آپ نے قرآن مجید اپنے مرشد حضرت جیلانیؒ کے ہاں حفظ کیا تھا۔ (۹)

خرقہ خلافت عطا کرنے کے بعد آپ کے مرشد حضرت جیلانی سائیںؒ نے آپ کو حکم دیا کہ اب جا کر خلق خدا کو ہدایت کی طرف بلائیں۔ لہٰذا اپنے مرشد کے حکم کے موجب لوگوں کو رشد و ہدایت کی طرف بلانے کی غرض سے آپ اپنے مسکن بھرچونڈی شریف واپس تشریف لائے۔(۱۰) یہاں آپ ۱۲۸۷ء/۱۸۷۶ء میں خانقاہ بھرچونڈی شریف کی بنیاد رکھی۔(۱۱) لہٰذا آپ نے رشد و ہدایت کا سلسلہ شروع کیا۔

انیسویں صدی کو سندھ میں جہالت اور بے علمی کا دور کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کیونکہ اس دور میں سندھ کے اندر طبقاتی نظام عروج پر تھا۔ اونچے طبقے کے افراد کو ہر آسائش اور سہولت حاصل تھی۔ جبکہ عوام الناس افلاس و غربت اور مصائب میں گرفتار تھے اور ان کی زندگی جانوروں جیسی تھی۔ سندھ پر انگریزوں کا باقاعدہ تسلط فروری ۱۸۴۳ء میں ہوا۔ انھوں نے تالپوروں کو جنگ میانی اور دوآبہ میں شکست دے کر پورے سندھ پر قبضہ کر لیا۔ (۱۲)

- سندھ کے بااثر طبقوں میں ایک طبقہ ہندوؤں کا تھا جو پوری معیشت پر چھایا ہوا تھا۔ مسلمانوں کے خون پسینے کی کمائی ان کے جیبوں میں جاتی تھی، دوسرے الفاظ میں گویا سندھ کے غریب مسلمان ان کے پاس رہن تھے۔
- ایک مقتدر طبقہ جاگیر دار اور زمینداروں کا تھا جو غریبوں کی نہ صرف جان مال بلکہ عزت و آبرو تک کا بھی مالک بنا ہوا تھا۔ بلاشبہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ سندھ کے غریب عوام انگریزوں کے کم اور ان جاگیر داروں اور سرمایہ داروں کے زیادہ محکوم تھے۔ گاؤں کا وڈیرہ اگر ناراض ہو جاتا تو لوگوں کی شامت آجاتی تھی، نہ تو فصل کی کٹائی اور نہ بوائی ممکن تھی، کسی کو جان سے مار دینا ایک معمولی بات تھی۔(۱۳)

- ایک اہم طبقہ سندھ میں انتظامیہ کا بھی تھا جو دراصل ہندؤں، جاگیرداروں اور زمینداروں کا پشت پناہ تھا۔ جو ان کے جرائم کی نہ صرف پردہ پوشی کرتا تھا بلکہ ان کو تحفظ بھی فراہم کرتا تھا جھوٹے گواہ ان طبقوں کے ہر وقت موجود رہتے جو ہر قسم کی کیسوں میں پولیس کو رشوت کے لین دین میں مدد کرتے، یہ لوگ اکثر وڈیروں اور زمینداروں کے کارندے ہوتے تھے گویا انگریزی دور میں پولیس کا کام امن وامان کے قیام سے زیادہ لوٹ مار، ظلم و تشدد، جھوٹ وفریب اور رشوت کا لین دین تھا۔ (۱۴)
- سندھ کے اندر انگریزوں کے دور میں مظالم کی ایسی داستانیں بہت مشہور ہیں، جنھیں پڑھ کر انسان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں انگریزوں کا اصل مقصد مسلم اکثریت کو جہالت، افلاس، اوہام پرستی، سستی و کاہلی کا خوگر بنائے رکھنا تھا جبکہ دوسری طرف ہندو اقلیت کو علم، دولت، مراعات غرض ہر سہولت دے کر مسلمانوں کے ملی قومی اور ذاتی تشخص کو ملیامیٹ کرنے کی یہ ایک گھناؤنی سازش تھی۔ (۱۵)
- اس دور میں جعلی پیروں کی بہتات تھی، خالص تصوف اور اصل صوفیاء کرام کی پیروی کی جگہ اوہام پرستی اور جہالت نے لے لی تھی، اگرچہ ایک طرف سید راشد شاہ جیلانیؒ اور حضرت حافظ الملت بھرچونڈی شریف جیسے فیض کے سر چشموں سے مخلوقِ خدا روحانی پیاس بجھارہی تھی لیکن چونکہ علم کی کمی اور جہالت کا دور دورہ تھا جس کے باعث اکثریت کھرے اور کھوٹے میں تمیز کرنے سے قاصر تھی۔ (۱۶) لیکن حضرت حافظ الملت بھرچونڈی شریف نے ان تمام مسائل کا خندہ پیشانی سے مقابلہ کیا اور اپنے پاکیزہ مقاصد میں بڑی حد تک کامیاب ہوئے اس سلسلہ میں آپ نے جو حکمت عملی اختیار کی اس کا اختصار سے تحقیقی جائزہ لیا جاتا ہے۔

تبلیغ واشاعت اسلام

خانقاہ کے باقاعدہ قیام کے بعد آپ نے بھرچونڈی شریف میں سب سے پہلا کام یہ کیا کہ یہاں ایک عالیشان مسجد کی بنیاد رکھی، جس کی اساس کامل وطہارت پر تھی۔ جماعت کے فقراء نے اول سے لے کر آکر تک باوضو ہو کر اس کی تعمیر میں حصہ لیا اور مشہور ہے کہ اس مسجد کی ایک اینٹ بھی بغیر وضو کے نہیں لگی۔ حضرت حافظ الملتؒ نے بہ نفس نفیس اس کی تعمیر میں حصہ لیا، مٹی اور گارا خود اٹھاتے اور یوں محمود وایاز کا فرق مٹایا۔ (۱۷) مسجد کے ساتھ آپ نے ایک مدرسہ کی بھی بنیاد رکھی، آپ نے قرآن مجید اپنے مرشد حضرت جیلانیؒ کے ہاں حفظ کیا تھا۔ اور قرآن مجید سے بے حد شغف رکھتے تھے۔ قرآنی اور دینی علوم کے علاوہ آپ نے خاص طور پر حفظ قرآن کو عام کرنے کے لیے مدرسہ قائم کیا۔ اس مدرسہ میں بے شمار طلباء دور دور سے آکر قرآن مجید حفظ کرنے لگے، آپ

روزانہ باقائدگی سے حفظِ قرآن کی درس دیتے۔ یہ معمول آخر تک پابندی سے جاری رہا۔[۱۸] اسی طرح بچیوں اور عورتوں کو قرآن مجید اور حفظ کی تعلیم آپ کی ہمشیرہ دیتی حافظہ قرآن بنیں۔[۱۹]

دین اسلام کی تبلیغ اور اشاعت میں حضرت حافظ الملت کی بے شمار خدمات ہیں آپ کے ہاتھوں لاکھوں افراد نے فیض پایا اور راہِ مستقیم اختیار کی، آپ کے دست حق پرست پر بیعت ہو کر اپنی زندگیوں کو نئی سمتوں سے آشکارا کیا۔ لاکھوں افراد کو آپ نے حلقہ بگوش اسلام کیا۔[۲۰] آپ کے ہاتھوں اسلام قبول کرنے والے لوگوں میں ایک نمایاں نام مولانا عبید اللہ سندھی کا ہے جو آپ کے ہاتھوں مسلمان ہو کر "امام انقلاب" کے لقب سے مشہور ہوئے اور آپ کی صحبت سے فیضیاب ہو کر اُن کی طرز معاشرت ایسی ہوگئی جیسے ایک پیدائشی مسلمان کی ہوتی ہے۔[۲۱]

اس کے علاوہ آپ کی ارادت وصحبت سے جو لوگ مستفیض ہو کر اجازت و خلافت کے درجے پر فائز ہوئے اور جنھوں نے آپ کے مشن کو نہ صرف آگے پھیلایا بلکہ تبلیغ واشاعت دین میں نمایاں کردار ادا کیا اُن میں خلیفہ حضرت غلام محمد دین پوریؒ، حضرت سید تاج محمود امروٹیؒ، خلیفہ عبد الغفار خان گڑھیؒ ان کے فرزند مولانا احمدؒ، خلیفہ شمس الدین احمد پوریؒ اور خلیفہ دلمرادؒ وغیرہ نمایاں ہیں۔[۲۲] اور اسی طرح حفظ قرآن کا کام آپ نے صرف اپنی خانقاہ تک محدود نہ رکھا بلکہ قریہ، قریہ اور گاؤں گاؤں اس کے مراکز قائم جہاں اس کی باقاعدہ تعلیم دی جاتی تھی۔ ان جگہوں پر تعلیم دینے والے اکثر حفاظ حافظ الملت کے درس سے فیض یافتہ لوگ ہوتے تھے۔[۲۳]

جیسا کہ ذکر الٰہی کو دین اسلام اور تصوف میں بلند مقام حاصل ہے۔ یہ نہ صرف تقرب ذاتِ خداوندی کا ذریعہ ہے بلکہ اس سے دلوں کے زند دور ہوتے ہیں۔ لہٰذا ذکر الٰہی آپ کی طریقت کا بنیادی وصف ہے۔ حدیث مبارکہ میں سب سے افضل ذکر لا الہ الا اللہ کے کلمہ کو قرار دیا گیا ہے، اسی ذکر کی تلقین آپ کے روحانی نظام کا ایک حصہ ہے۔[۲۴] عشق رسول ﷺ اور آنحضرت ﷺ کی کامل اتباع کا یہ جذبہ محض اپنی ذات تک نہ تھا بلکہ اس کو اپنی جماعت کے مریدین اور طالبین کے اندر بھی بھرپور انداز میں پھیلایا، یہی وجہ تھی کہ آپ کی جماعت کے لوگ بھی اپنی زندگیاں انہی اصولوں پر ڈھالنے کے لیے عمل پیرا رہے۔[۲۵]

علمی ودینی خدمات:

آپ کا علمی مقام بہت بلند ہے خانقاہ کے کتب خانہ کو دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ آپ نے بہت سی درسی کتب کا مطالعہ کیا تھا۔ اس دور میں چونکہ اردو میں اس قدر مروج نہیں ہوئی تھی اس لیے فارسی کتب ہی آپ کے زیر مطالعہ رہیں۔ ان کتب پر آپ کی مہر کے نشانات موجود ہیں ان میں کنزِ پارسی، شرح وقایہ اور قدوری وہدایہ شامل

ہیں۔[۲۶] آپ دینی وروحانی کتب سے بے حد شغف رکھتے تھے آپ نے خانقاہ میں کتب خانے کی بنیاد رکھی۔ ایک روایت کے مطابق آپ کے کتب خانے میں ہزاروں کی تعداد میں مختلف موضوعات پر کتب شامل تھیں۔ جن میں فقہ، حدیث، تصوف، تاریخ تصور پر دار کتب موجود تھے مگر ناقدری اور عدم حفاظت کے باعث اکثر کتب ضائع ہو گئیں۔[۲۷] مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی کا بیاض جو دو ضخیم جلدوں میں ہے آپ نے بطورِ خاص اپنی جماعت کے ایک مولوی الٰہی بخش سیالکوٹی کے لکھوا کر اپنے کتب خانہ میں رکھوایا۔ اس کے علاوہ اپنے جانشین کے لیے تصوف کا ایک رسالہ ناطقہ قلمی بھی لکھوایا۔[۲۸] اسی طرح ایک رسالہ ''رسالو سلوک جو''کا موضوع تصوف ہے۔ اس میں سلسلہ قادریہ کے اذکار، وظائف، روحانی لطائف کی تشریح اور اس سلسلے کی تسبیحات واشغال کی وضاحت کی گئی ہے۔ یہ رسالہ دوسوساٹھ (۲۶۰) اشعار پر مشتمل ہے۔[۲۹]

ملفوظات:

آپ کے ملفوظات کا مجموعہ ''جام عرفان'' کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ اس کے جامع بلوچستان کے ایک عالم دین مولوی عبید اللہ ہیں۔ ملفوظات کا یہ نسخہ حضرت خلیفہ تاج محمود امروٹیؒ کے پاس تھا۔ چنانچہ امروٹ سے درگاہ باٹجی (گھوٹکی) پہنچا۔ اور پھر وہاں سے حاصل کر کے اسے بھرچونڈی شریف لایا گیا۔ اس کا اردو ترجمہ سید محمد فاروق القادری نے کیا ہے اور اس کی اشاعت لاہور سے ہوئی ہے۔ روایت ہے کہ حضرت خلیفہ تاج محمود امروٹی اپنے مرشد کے ان ملفوظات سے اس قدر گہری عقیدت و محبت رکھتے تھے کہ نسخہ کو ہمیشہ اپنے سرہانے رکھتے۔ اور بغیر وضو کسی کو اس پر ہاتھ لگانے نہیں دیتے تھے۔ اگر کوئی ایسا کرتا تو اس پر شدید ناراضگی کا اظہار کرتے تھے۔[۳۰] آپ کی تصانیف، رسالے، ملفوظات و دیگر اذکار، وظائف کے ذریعے لوگوں کی بڑی تعداد فیض یاب ہوئی۔

بوجہ صوفیاء خام، عوام کی اصلاح و تربیت:

حضرت حافظ الملتؒ کی طبیعت میں غیرت و حمیت دین کا جوہر کوٹ کوٹ کر بھرا تھا یہی وجہ تھی کہ اس جذبہ دینی کے خلاف جو بھی امور اختیار کرنے کی کوشش کی گئی آپ نے اس کا بھرپور انداز میں مقابلہ کیا۔ معاشرے میں موجود غیر شرعی رسومات اور بدعات کو آپ نے سختی سے روکنے کی کوشش کی اور اپنے مریدین اور معتقدین میں بھی یہی جذبہ پیدا کیا۔[۳۱] کیونکہ عوام الناس کی جہالت اور بے علمی سے نقلی پیروں نے بڑا فائدہ اٹھایا۔ اور اُن کے اختیارات میں اضافہ ہو گیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان جعلی پیروں اور سیدوں کے چکر میں آکر عوام جو پہلے ہی غربت کی چکی میں پس رہے تھے مزید مفلسی کا شکار ہونے لگے۔ یہ وہ دور تھا جب سندھ میں مصنوعی پیروں کی خانقاہیں عروج پر تھیں۔[۳۲] چنانچہ یہ وہ حالات تھے جس سے انیسویں اور بیسویں صدی کا سندھ گزر رہا تھا اس

دور کی مذہبی حالت کا شاہ ولی اللہ محدث دھلویؒ نے عمدہ نقشہ کھینچاہے۔ بغور دیکھا جائے تو انھوں نے ان حالات کی درست تصویر کشی کی ہے۔ اس دور کے علماء اور مشائخ کے بارے میں وہ یوں رقمطراز ہیں۔

''اس دور کے مسلمانوں میں اگر اہل یہود کا نمونہ دیکھنا چاہتے ہو تو ان علماءِ سو کو دیکھو جو طالب دنیا ہیں اور اپنے بڑوں کی پیروی میں اندھے ہوئے جاتے ہیں، کتاب و سنت کی نصوص سے اعراض برت رہے ہیں۔''(۳۳)''اگر عیسائیوں کا نمونہ اپنی قوم میں دیکھنا چاہتے ہو تو آج کل کے پیروں اور ان کے اولاد کو دیکھ لو جو اپنے آباؤ واجداد کے حق میں کس قسم کے خیالات رکھتے ہیں۔ اور انھیں کھینچ تان کر کہاں تک طول دے دیا ہے۔''(۳۴)

بعینہٖ یہی نقشہ حضرت حافظ الملتؒ نے اپنے دور کے پیروں کا اس طرح کھینچا ہے۔ آپ فرماتے ہیں (ایک تمثیل کے بیان کرنے کے بعد):

''اس زمانہ کے پیر اُس ریچھ کے مانند ہیں جو اپنے آباء واجداد کے کشف و کرامات کے حوالے سے مخلوق کو اپنے دام فریب میں پھنسالیتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ اگر یہ لوگ ہمارے دامِ تذویر سے نکل گئے تو ہمارا گزارہ کس طرح ہوگا۔ مرید کشف و کرامات کے خوف اور پیر اپنے آباء واجداد کے ننگ و عار کے باعث ایک دوسرے سے چمٹے رہتے ہیں یہاں تک کہ دنیا میں ہلاکت و مصیبت کے گرداب میں پھنس کر مر جاتے ہیں۔''(۳۵)

ان حالات میں کہ جب جذبہ دینی کی از حد ضرورت تھی اس معاملے میں آپ نے دینی غیرت و حمیت کو غریب عوام جو مسائل کے بھنور میں گھرے ہوئے تھے ان میں اجاگر کیا تاکہ مشرکانہ رسومات اور بدعات جو عام تھیں ان اوہام پرستی اور جہالت سے باہر نکلیں اور باشعور اور باعلم ہو کر نیکی کے رستے پر چلیں۔

بدعات و غیر شرعی رسومات کے خلاف جدوجہد:

آپ کے مرشد حضرت سید حسن شاہ جیلانیؒ میں جو جذبہ جہاد موجزن تھا وہی جذبہ آپ کو بعینہٖ منتقل ہوا۔ توحید کو پھیلانے، شرک و بدعات اور غیر شرعی رسومات کے خلاف آپ کی جدوجہد مثالی ہے جس کا عکس مندرجہ ذیل مجاہدانہ واقعات سے صاف نظر آتا ہے۔ کہ جن میں جہاد پتن مینارہ، جہاد لوڑی کنڈہ اور پیر سہری کا واقعہ۔ ان تمام کی تفصیل کچھ یوں ہے کہ:

- ''پتن مینارہ''، رحیم یار خان شہر سے پانچ میل کے فاصلہ پر جنوب میں ایک غیر آباد علاقے میں واقع ہے۔(۳۶) یہ ایک قدیم بستی ہے جو پاکستان کے آثارِ قدیمہ سے تعلق رکھتی ہے۔ یہ تہذیبی لحاظ سے

موہن جوڈرو اور ہڑپہ سے مماثلت رکھتی ہے۔[۳۷] مشہور ہے کہ یہاں ایک بدھ مندر تھا جس کا پروہت بڑا مکار آدمی تھا جو ایک ننگے بت کے ذریعے مسلمانوں کے عقائد خراب کرتا تھا۔[۳۸] وہ یہاں شیولنگ کی پوجا کے علاوہ مسلمانوں کی جہالت اور سادہ لوحی سے فائدہ اُٹھا کر انھیں مشرکانہ عقائد کی طرف مائل کر رہا تھا اور مسلمانوں میں بت پرستی جیسے رجحان کو فروغ دے رہا تھا ایک خیال یہ بھی ہے کہ یہ در اصل مسلمانوں کو شدھی کرنے کی تحریک کا حصہ تھا۔[۳۹] اس کی اطلاع علاقے کے چند مظلوم مسلمانوں نے حضرت سید حسن جیلانیؒ کو دی۔ عقیدہ توحید کے خلاف اس گھناؤنی سازش کا استیصال آپ نے ضروری سمجھا۔ اور آپ نے اپنے فقراء اور درویشوں کا ایک لشکر جہاد کی غرض سے تیار کیا۔ اور اس لشکر کا سالار حضرت حافظ الملت محمد صدیق علیہ رحمت کو بنایا۔[۴۰] اس لشکر کشی کی اطلاع جب اس وقت کے نواب بہاولپور کو ہوئی تو اس کو یہ بات ناگوار گزری، اس نے ایک وفد جس میں ایک ہندو پنڈت بھی شامل تھا حضرت جیلانیؒ کے پاس بھیجا اور وفد کے ذریعے یہ سوال کرایا کہ اللہ تعالیٰ رب العالمین ہے یا رب المسلمین؟ حضرت جیلانیؒ یہ سن کر جلال میں آگئے اور جواب میں فرمایا کہ نواب کو جا کر کہو کہ اپنی بیٹی کی شادی کسی ہندو پنڈت سے کر دو جواب خود بخود مل جائے گا۔[۴۱] وفد غصہ کے عالم میں واپس ہوا اور سارا احوال نواب سے گوش گزار کیا، نواب نے اسے اپنی توہین سمجھا اور فقراء کے ساتھ جنگ کرنے کا ارادہ کیا۔ حضرت حافظ الملتؒ کی قیادت میں لشکر لا الہ الا اللہ کا نعرہ لگاتے ہوئے پورے جوش و خروش کے ساتھ مندر پر حملہ آور ہوا۔ بدھ بھکشو اس کی تاب نہ لا کر وہاں سے فرار ہو گئے اور اس طرح بغیر کسی بڑی مزاحمت کے فقراء نے مندر پر قبضہ کر لیا۔[۴۲] یہ صورتِ حال دیکھ کر نواب صلح پر آمادہ ہوا اور پیغام بھجوایا کہ پتن مینارہ کا یہ سارا علاقہ ہم آپ کو بطورِ جاگیر بخشتے ہیں اس پر حضرت جیلانیؒ نے کہلا بھیجا کہ جہاد کے بعد اب یہ پورا علاقہ مجاہدین کی ملکیت میں آ چکا ہے۔[۴۳] اس کے بعد اس مندر اور بت کو گرا کر ایک مدرسہ اور مسجد تعمیر کیے گئے اور لنگر کا اہتمام کیا گیا۔ [۴۴] یہ مندر مع جاگیر کے آٹھ سو بیگھ زمین پر مشتمل تھا اب وہ چاہِ فقراں کے نام سے مشہور ہے۔[۴۵]

- لونڈی کنڈہ در اصل ایک درخت کا نام تھا جسے جاہل عوام و مسلمانوں نے اپنا حاجت روا سمجھ رکھا تھا، لوگ دور دور سے وہاں جاتے اور منتیں و مرادیں مانگتے اور بے شمار بدعات و شرکیہ امور کا سلسلہ جاری تھا۔[۴۶] لوڑی کنڈہ جہاں واقع تھا اب یہ علاقہ بلوچستان میں شامل ہے اور بگٹی کا علاقہ کہلاتا ہے۔[۴۷] اس کی خبر جب حضرت حافظ محمد صدیق کو ہوئی تو آپ نے اس کے خلاف جہاد کا ارادہ کیا اور فقراء کی ایک بڑی جماعت لے کر نکلے۔ آپ کے اس ارادے کی خبر اس علاقے کے بلوچ قبائل کے سرداروں کو ہوئی تو لڑنے مارنے پر آمادہ ہو گئے۔ آپ نے انھیں سمجھانے اور تبلیغ کی غرض سے بلا بھیجا۔ اس پر چند بلوچ

سر دار آپ سے ملنے آئے۔ آپ نے ان کے سامنے مؤثر انداز میں توحید کی تبلیغ کی اور شرکیہ رسومات کی برائی اور مذمت بیان کی آپ کی باتوں سے وہ لوگ کس قدر متاثر ہوئے مگر اس کے باوجود اس درخت کے کاٹنے کو پنے باپ دادا کے عقیدے کی توہین سمجھ رہے تھے اور آپ پر بے حد زور ڈالا کہ آپ درخت کے کاٹنے سے باز رہیں۔ مگر آپ اس پر کسی طور تیار نہیں ہوئے اس پر وہ جنگ وجدل کرنے کی دھمکیاں دینے لگے، مگر آپ نے اس کی کوئی پرواہ نہ کی اور اپنے موقف پر سختی سے قائم رہے۔ (۴۸) آخر بلوچ سرداروں نے جنگ سے قبل قرعہ اندازی کی تجویز پیش کی، جسے آپ نے قبول فرمایا۔ یہ تجویز اس طرح تھی کہ تین قرعے بنائے گئے ایک اللہ تعالیٰ کا جو بلوچوں کا حلیف ہوگا دوسرا بلوچوں کا تیسرا حضرت حافظ الملتؒ کا۔ اگر بلوچوں کا قرعہ غالب رہا تو وہ جنگ کریں گے۔ قرعہ اندازی تین مرتبہ کرائی گئی، ہر دفعہ آپ ہی کا قرعہ نکلا۔ اس پر بلوچوں میں افواہ پھیل گئی کہ حضرت صاحب تو (نعوذ باللہ) اللہ تعالیٰ سے بھی جیب گیا لہٰذا انھوں نے آپ کے ہاتھوں توبہ کی اور فوراً درخت کو کاٹ ڈالا۔ (۴۹)

- روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت حافظ الملتؒ بلوچستان کے تبلیغی سفر پر تھے دوران سفر آپ کا گزر پیر سہری کی قبر سے ہوا جو بلوچ قبائل بالخصوص بگٹی قبیلوں کی عقیدت کا مرکز ہے۔ ان قبائل کی عورتیں پیر سہری کی قبر پر جا کر سائل بنتی ہیں اور منتیں مانتی ہیں اگر اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ان کے ہاں اولاد ہو جائے یا کوئی اور مطلوبہ مقصد بر آئے تو یہ عورتیں اپنے بال لٹ کی صورت میں گوندھ کر سہری کی قبر پر لے جاتی ہیں اور قبر کے مجاوروں سے یہ بال کٹوا کر پیر کی قبر کے قریب لگا دیتی ہیں۔ آپ پیر سہری کی قبر پر تشریف لے گئے اور فاتحہ خوانی کے لیے ہاتھ اٹھائے تو بذریعہ کشف آپ کو علم ہوا کہ یہ قبر فرضی ہے اور اس میں کوئی میت سرے سے دفن ہی نہیں ہے۔ آپ لاحوال ولا قوۃ پڑھ کر باہر نکل آئے۔ فقیر عبدالرحیم نے جو آپ کے ہمراہ تھا یہ بات پوری جماعت کو سنائی جس پر تمام جماعت کے فقراء نے مل کر قبر کو توڑ پھوڑ کر برابر کر دیا۔ اس کے بعد آپ کی وہاں سے روانگی ہوئی۔ کچھ آگے جا کر آپ نے جماعت کو پڑاؤ ڈالنے کا حکم دیا۔

اس واقعہ کی اطلاع جب قبر کے مجاوروں اور عقیدت مندوں کو ہوئی تو وہ لوگ جو کہ سینکڑوں کی تعداد میں تھے گھوڑوں پر سوار ہو کر آپ کے پاس پہنچے، اس موقع پر کچھ فقراء پریشان ہو گئے اور حضرت حافظ الملتؒ سے کہنے لگے کہ آج تو شاید ہم بے گور و کفن ہو جائیں گے۔ آپ نے انھیں حوصلہ دیتے ہوئے فرمایا کہ تم لوگوں نے قرآن مجید نہیں پڑھا۔

بلوچوں نے آپ سے پوچھا کہ ہماری پیر کی قبر آپ لوگوں نے کیوں مٹائی ہے؟ آپ نے فرمایا مجھے ایسی بری رسمیں پیدا کرنے والے سہری، گاجی، پنجو وغیرہ جہاں بھی ملے انھیں ہر گز نہیں چھوڑوں گا کیونکہ انھوں نے بلوچوں کی نہ صرف توہین کی ہے بلکہ ان کی غیرت کو بھی للکارا ہے۔اور میں انشاءاللہ بلوچوں کی اس توہین کا بدلہ لے کر رہوں گا۔(۵۰) دراصل یہ تبلیغ و تعلیم کا ایک ایسا نفسیاتی انداز تھا کہ جو ان کے مزاج و تمدن کے عین مطابق تھا، جس کا خاطر خواہ اثر ہوا اور فوراً نرم پڑ گئے۔

اتباع شریعت کی تعلیم و تربیت:

تصوف وولایت کی بنیاد چونکہ شریعت و سنت پر قائم ہے، یہی وجہ تھی کہ حضرت حافظ الملت محمد صدیقؒ اس کی سختی سے پابندی کرتے تھے اور ایسے تمام امور ورسوم سے نفرت کرتے تھے جن کا شریعت ظاہری سے کوئی تعلق نہیں ہوتا تھا۔اور ایسے غیر شرعی امور سے منع فرماتے تھے۔جیسا کہ:

- آپ شادی بیاہ کی کسی ایسی تقریب میں ہرگز شرکت نہ فرماتے جس میں ڈھول باجے گانے بجانے یا موسیقی کے دیگر آلات کا استعمال ہوتا۔اور جماعت کے فقراء کو بھی ایسا ہی حکم تھا۔لہٰذا ایسا بھی ہوتا کہ جماعت کے فقراء اپنے شیخ کامل کے فرمان کے موجب اپنے قریبی رشتہ داروں کو شادیوں میں محض اس لیے شرکت نہ کرتے کہ وہاں ڈھول باجے وغیرہ ہوتے۔(۵۱)

حامی عبیدی لکھتے ہیں!

''حضرت سید العارفین اپنے مرشد جیلانی سائیں اور دادا پیر حضرت سید راشد شاہ جیلانیؒ کی طرح شرک و بدعت، رسم ورواج اور خلافِ شرع باتوں سے سخت متنفر اور مخالف تھے، جماعت و متعلقین میں کوئی خلافِ شرع امر برداشت نہیں کرتے تھے اور ان امر میں اس قدر متشدد تھے کہ اپنے مرشد کے مسند نشین حضرت سانول سائیں (جن کی آپ ہمیشہ جوتیاں سیدھی کرتے اور پنکھا جھلتے تھے) کے صاحب زادے میاں عبدالحمید کی شادی پر محض اس لیے ناراض ہو کر اٹھ کر چلے آئے کہ اندرون حویلی میں سے آپ کے کانوں تک عورتوں کے سہرے گانے کی آواز پڑ گئی تھی، سانول سائیں اور قدیم فقراء کی منت سماجت پر راستے سے واپس آ گئے۔ سہرے گانے بند کرا دیئے گئے۔میاں عبدالحمید کازری سے کڑھا ہوا کرتہ پھاڑ کر اپنا درویشانہ جبہ پہنایا، شادی کے اونٹ کو چھیروں اور گھنگرؤوں سے سنوارا گیا تھا اس کے گھنگرو اتار کر توڑ دیئے۔''(۵۲)

لنگر خانہ کے اونٹ کا پالان ایک دفعہ ایک فقیر نے کسی شخص کو عاریتاً دے دیا جسے وہ اپنے اونٹ پر رکھ کر ایک ایسی شادی میں شریک ہوا جس میں غیر شرعی امور بجالائے گئے حضرت حافظ الملتؒ کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو

آپ نے وہ پالان منگوا کر جلا دیا۔(۵۳) آپ کا یہ عمل حضرت عمر فاروقؓ کی عین اسی اقتداء میں تھا جب آپ نے شاہانِ ایران کا وہ بیش قیمت قالین جلا دیا تھا جس پر بیٹھ کر وہ شراب نوشی کرتے تھے اور لہو و لعب کا ارتکاب کرتے تھے۔

- آپ نشہ آور اشیاء سے شدید نفرت کرتے تھے اور اپنی جماعت کے فقراء کو سختی سے ایسی اشیاء کے استعمال سے روکتے تھے۔ نسوار اور تمباکو کو خاص طور پر آپ نہایت ہی برا جانتے تھے نسوار استعمال کرنے والے امام کے پیچھے نماز پڑھنے کو مکروہِ تحریمی قرار دیتے تھے حتیٰ کہ جس کنویں کے پانی سے تمباکو کی کاشت کی جاتی اُس کنویں کے پانی سے وضو تک نہ کرتے اور جماعت کے فقراء کو بھی ایسی ہی تاکید فرماتے تھے۔(۵۴)
- ایک مرتبہ آپ کی جماعت کا ایک عالمِ دین آپ کو دعوت کر کے اپنے گاؤں لے گیا، آپ کے ہمراہ فقراء کی جماعت بھی تھی۔ گاؤں کے لوگ آپ سے ملنے کے لیے آنے لگے۔ ان میں ایک چھوٹا لڑکا بھی تھا جس کے ہاتھوں میں چاندی کے کنگھن تھے۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ یہ لڑکا کس کا ہے آپ کو بتایا گیا کہ یہ اسی مولوی صاحب کا بیٹا ہے جو حضرت والا کو دعوت کر کے لایا ہے آپ نے مولوی صاحب سے پوچھا کہ مولوی صاحب سونے چاندی کے زیورات تو مردوں کو پہننا حرام ہیں۔ مولوی صاحب نے جواب دیا قبلہ اس کے نانا نے اس کو مجبور کر کے پہنائے ہیں یہ سن کر آپ ناراض ہو گئے اور اپنی جماعت سے فرمایا کہ یہاں سے روانگی اختیار کرو یہاں اللہ تعالیٰ کا دین نہیں بلکہ نانا کا دین ہے اور دعوت لیے بغیر پوری جماعت کے ہمراہ وہاں سے روانہ ہو گئے۔(۵۵)
- ایک مرتبہ دورانِ خطبہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ بچے کی پیدائش کسی عزیز کی موت شادی یا غمی کے ایسے تمام موقعوں پر وہی اوامر بجالانے چاہییں جو آنحضرت ﷺ نے انجام دیئے ہیں۔ یا کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ مختلف قسم کی بدعتوں اور فسق و فجور پر مبنی ایسی تمام رسموں سے پرہیز کیا جائے جو لوگوں نے جہالت کی وجہ سے گھڑ لی ہیں یا کافروں کی رسمیں ہیں جو مسلمانوں میں گھس آئی ہیں۔(۵۶)
- آپ فروعی اختلافات سے اجتناب کی تعلیم دیتے ہیں۔ آپ اپنے شیخ کامل کے قول کے حوالے سے ارشاد فرماتے ہیں کہ ''روزِ قیامت اللہ تعالیٰ یہ سوال نہیں فرمائے گا کہ تم دنیا میں کون سے طریقے کی پیروی کرتے رہے ہو۔ حنفی تھے یا مالکی، شافعی یا حنبلی؟ یا کس کے بیٹے ہو اور کیا کرتے ہو؟ بلکہ تم سے صرف یہ پوچھا جائے گا کہ دنیا میں مخلوق کے خالق کو یاد کیا یا نہیں؟''(۵۷)

خدمتِ خلق کی پیروی و تلقین:

آپ دوسروں کے کام اپنے ہاتھوں سے کر کے خوشی محسوس کرتے۔ کسی تعمیر کا کام ہو یا فقراء کے کوزے بھرنا پینے کا پانی لانا ہو یا ان کے لیے لنگر تیار کرنا غرض ہر کام آپ نے بہ نفس نفیس بطورِ خدمت خلق اپنے ہاتھوں سے انجام دیا۔ سوئی شریف کی مسجد کی تعمیر میں آپ نے حصہ لیا، اینٹیں گارا خود اُٹھاتے تھے۔ حتیٰ کہ فقراء کے وضو کی خاطر ان کے کوزے اپنے ہاتھوں سے بھر کر رکھتے تھے۔(۵۸)

روایت ہے کہ ایک مرتبہ سخت سردی کی رات میں آپ اُٹھے اور دیکھا کہ مٹکے میں پانی نہیں ہے خیال گزرا کہ تہجد کے وقت جماعت اُٹھے گی اور پانی نہ ملنے کی صورت میں پریشان ہو گی۔ چنانچہ ڈیڑھ من وزنی مٹکا کاندھے پر اُٹھایا اور وہاں سے چند میل دور ڈہر کی تالاب پر پہنچے اور اُسے بھر کر واپس اپنی جگہ لا کر رکھا، جماعت جب اُٹھی تو پانی موجود پایا اور وضو کر کے عبادت میں مشغول ہوئی(۵۹) خدمت خلق کی یہ ایک اعلیٰ مثال ہے۔ آپ نے خلقِ خدا کی خدمت کو نا صرف اپنا شعار بنایا بلکہ اپنے مریدین و متعلقین کو بھی اس کی واضح تلقین فرمائی۔ آپ کا ارشاد ہے!

”اے طالبان وسالکانِ راہ حق پیر بننے کی کوشش مت کرنا اور نہ ہی لوگوں کی تعریف اور ان کے اکٹھا ہونے سے خوش ہونا بلکہ مسکینوں کی خدمت کو اپنا شعار بناؤ اور اخلاق محمدی ﷺ کو اپناؤ اور جو کام کرو اللہ تعالیٰ کی ذات کے لیے کرو۔“(۶۰)

چونڈی شریف میں خانقاہ کے باقاعدہ قیام کے بعد جب مسجد شریف تعمیر کی گئی تو اس دوران ایک معمار آپ کا معتقد ہو کر آپ کے دستِ مبارک پر بیعت کر چکا تھا۔ اور اُس نے مسجد کی تعمیر کا سارا کام بلا کسی معاوضہ و منفعت کے محض ثواب کی خاطر کیا۔ جب مسجد کی تعمیر کا کام مکمل ہو گیا تو معمارِ مذکور اپنے گھر واپس جانے کے لیے اجازت لے کر اسٹیشن ڈہر کی طرف روانہ ہوا۔ اس کی جیب میں ملتان تک کا کرایہ نہ تھا۔ وہ اسی پریشانی میں چلا جا رہا تھا کہ اُسے پیچھے سے ایک مانوس آواز سنائی دی۔ مڑ کر دیکھا تو حضرت حافظ الملتؒ کھڑے تھے انھوں نے معمار کو ایک پوٹلی دیتے ہوئے فرمایا: ”میرے بھائی تم نے مسجد کا کام فی سبیل اللہ کیا ہم بھی یہ فی سبیل اللہ تمہاری نذر کر رہے ہیں“، معمار کی حیرت کی انتہاء نہ رہی، آگے جا کر جب پوٹلی کھولی تو اپنی محنت سے زائد رقم موجود تھی۔(۶۱) آپ ہمیشہ راہ حق سے اُمید کی تلقین فرماتے کہ: ”طالب صادق اور اہل توحید کو چاہیے کہ وہ ہر دکھ سکھ میں اسی کی طرف نگاہ رکھے توحید میں دو قبلے اختیار کرنے سے یہ راستہ طے نہیں ہو سکتا۔ یا اللہ تعالیٰ کی رضا کو مقدم سمجھے یا اپنی خواہش کو۔“(۶۲) اسی طرح ایک مرتبہ آپ اپنے عقیدت مند محمد شریف کی مسجد میں تشریف لے گئے اور کچھ دیر قبلہ رو بیٹھنے کے بعد فرمایا کہ مسجد قبلہ کے رخ پر درست نہیں ہے۔ پھر آپ

نے ارشاد رفرمایا کہ جو نئی مسجد بنانا چاہے اُسے چاہیے کہ شب کی ابتداء میں چاروں کونوں پر لکڑیاں گاڑے اور اُسے پر رسیاں باندھ دے، یہ قطبی ستارے کو مدِ نظر رکھ کر کیا جائے، پھر سحری کے وقت اٹھ کر غور کرے اور اندازہ کرے کہ قطب ستارہ پہلے حسے کی نسبت یعنی ابتداء کی نسبت اپنی جگہ سے کتنا ہٹ گیا ہے۔ تین شب تک یہی عمل دوہراتا رہے پھر جتنا بھی فرق نکلے اُسے نصف کرے اور اُسے کے مطابق مسجد کی بنیاد رکھے۔ (۶۳)

حضرت حافظ الملتؒ کی تعلیمات کے اثرات:

حضرت حافظ الملت محمد صدیقؒ بانی خانقاہ بھرچونڈی شریف نے ایک چھوٹے سے قصبہ میں نور ہدایت کی جو شمع جلائی تھی۔ اس کی روشنی دور دور تک پھیلی جس نے چار دانگ عالم کو روشن کیا۔ آپ کی تعلیمات کے اثرات دور دور تک پہنچے جس کے دور رس نتائج نکلے خلقِ خدا کی ایک بڑی تعداد نے آپ کے حلقہ ارادت میں آکر اپنا رُخ ذاتِ الٰہی کی طرف موڑا۔ مختصراً ہم حضرت حافظ الملتؒ کی تعلیمات کے اثرات کا تذکرہ کرتے ہیں۔

علمی اثرات:

حفظِ قرآن:

آپ خود حافظ قرآن تھے لہٰذا آپ نے قرآنی علوم کو عام کیا۔ اس سلسلے میں آپ کی سب سے بڑی خدمت حفظِ قرآن کی ایک بڑی تعداد آپ کے ہاں سے فارغ ہو کر نکلی جنھوں نے آگے جا کر بے شمار جگہوں پر اس کام کو مزید پھیلایا۔ آپ نے قرات کی بھی ایک نئی طرح ڈالی جو خانقاہ بھرچونڈی شریف کی خاص قرات بن گئی۔ اور اس قرات و حفظ کی شہرت دور دور تک پہنچی۔ حضرت حافظ الملتؒ کی ہمشیرہ بھی حافظہ قرآن تھیں جنھوں نے عورتوں کے اندر بھی حفظِ قرآن کو پھیلایا اور حافظِ قرآن پیدا کرنے میں اہم کردار ادا کیا اور آپ کے ہاتھوں کافی تعداد میں عورتیں حافظہِ قرآن بنیں۔ (۶۴)

علماء میں فیضِ عام:

حضرت حافظ الملتؒ سے بڑے بڑے علماء و فضلاء نے استفادہ کیا یہ علماء نہ صرف قرب و جوار سے تعلق رکھتے تھے بلکہ دور دراز سے آکے آپ کی مجلس و صحبت میں حاضری دیتے تھے۔ اور آپ کی علمی و روحانی محفلوں سے فیضیاب ہو کر علماء باکمال بنے۔ آپ بلاشبہ پنجاب سے یوپی تک اور ایران کی سرحدوں سے لے کر افغانستان تک جید علماء و فضلاء کے پیرِ مُغاں تھے۔ (۶۵)

دینی اثرات:

غیر مسلموں میں قبول اسلام:

اسلام کی اشاعت میں آپ کی مساعی قابل قدر ہے۔ غیر مسلموں کی ایک بڑی تعداد آپ کے دست مبارک پر مشرف بہ اسلام ہوئی، دور و نزدیک سے بے شمار غیر مسلم آتے اور آپ کی ایک جھلک دیکھ کر اپنے آباء و اجداد کا مذہب چھوڑ کر حلقہ بگوش اسلام ہو جاتے ان غیر مسلموں کی صحیح تعداد کا تو علم نہیں لیکن اندازہ ہے کہ ان کی تعداد لاکھوں میں ہے۔[۶۶] انہی غیر مسلموں میں ایک نمایاں نام مولانا عبید اللہ سندھی کا ہے جنھوں نے آپ کے ہاتھوں اسلام قبول کرنے کے بعد بقول اُن کے اپنے میری طرزِ معاشرت ایسی ہو گئی جیسی پیدائشی مسلمان کی ہوتی ہے۔[۶۷]

جذبہ جہاد:

دینی خدمات کے سلسلے میں آپ کی عظیم مجاہدانہ کوششیں بھی قابل ذکر ہیں شرکیہ اور غیر اسلامی و غیر شرعی امور کے ارتکاب کی آپ نے بیخ کنی کی اور اس سلسلے میں باقاعدہ عملی جہاد کیا، جہاد پتن مینارہ جہاد لوڑی کنڈہ اور پیر سہری جیسے واقعات عملی جدوجہد کی زندہ مثالیں ہیں۔ یہی جذبہ آپ کی جماعت و معتقدین میں اب بھی موجود ہے اور آپ کی انھیں تعلیمات پر عمل پیرا ہوتے ہوئے جملہ غیر اسلامی امور سے نفرت کرتے ہیں۔

روحانی اثرات:

حضرت سید العارفین کا فیضِ روحانی دور دور تک پہنچا آپ کے دستِ مبارک پر آپ کی زندگی ہی میں تقریباً تین لاکھ کا فرد نے بیعت کی۔[۶۸] یہ تعداد کوئی معمولی نہیں ہے ان لوگوں میں آپ کے وہ قابل فخر خلفاء بھی شامل ہیں جنھوں نے اپنے مرشد کامل کے پیغام اور تعلیمات کو آگے پھیلایا اور تاریخ میں نمایاں مقام پایا۔

ڈاکٹر غلام علی الانہ فرماتے ہیں!

''حضرت حافظ الملتؒ کی خدمات کا اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت مل سکتا ہے کہ آپ نے مولانا عبید اللہ سندھی، مولانا تاج محمود امروٹی، خلیفہ غلام محمد دین پوری، مولانا عبد الغفار خانگڑھی اور مولانا محمد شریف بلوچستان جیسے برگزیدہ عالم و فاضل کندن بن کر قومی بیداری میں اہم کردار ادا کیا۔''[۶۹]

حضرت حافظ الملتؒ کے خلفاء کرام کا تعلق نہ صرف اس خطے سے ہے بلکہ آپ کے بعض خلفاء کا تعلق باہر کے ممالک سے بھی ہے۔ آپ کے خلفاء کے ذریعے آپ کی تعلیمات ان علاقوں میں پھیلیں۔

سندھ:

سندھ کے حوالے سے آپ کے خلفاء مجاز میں ایک اہم نام حضرت سید مولانا تاج محمود امروٹی کا ہے جنھوں نے نہ صرف خانقاہ قائم کر کے آپ کی تعلیمات کو پھیلایا بلکہ انگریزوں کے خلاف جدوجہد میں بھی بھرپور حصہ لیا۔ سندھ میں حضرت امروٹی کے علاوہ خلیفہ دلمراد خان (جیکب آباد) خلیفہ رب ڈنہ ہکڑہ(لاڑکانہ) کے ذریعے آپ کی تعلیمات کا شہرہ دور دور تک پہنچا یہی وجہ ہے کہ گھوٹکی خیرپور شہید اد کوٹ جیسے علاقوں میں حضرت حافظ الملتؒ کی جماعت اور مریدین کی بڑی تعداد آباد ہے۔(۷۰)

پنجاب:

پنجاب کے خطہ سے تعلق رکھنے والے آپ کے خلفاء مجاز میں سے سب سے نمایاں رہتی حضرت خلیفہ ابو سراج غلام محمد دین پوری کی ہے آپ کے کارناموں سے کون واقف نہیں ہے آپ کو اپنے مرشد حضرت حافظ الملتؒ سے جو عقیدت و محبت تھی اس کی مثال نہیں ملتی، آپ کو اپنے مرشد کامل کے خلیفہ اول ہونے کا بھی اعزاز حاصل ہے آپ کا قومی تحریکوں میں کردار تحریک ریشمی رومال کے دوران قید و بند کی صعوبتیں، انگریز استعمار کے خلاف جدوجہد وہ قابل ذکر کارنامے ہیں جن ممبع حضرت حافظ الملتؒ کی تعلیمات و تبلیغ کے اثرات کا نتیجہ ہیں۔ حضرت خلیفہ شمس الدین احمد پوری، خلیفہ عبدالعزیز کالا باغ کا تعلق بھی اسی پنجاب کے خطہ سے تھا جنھوں نے اپنے شیخ کامل کی تعلیمات کو عام کرنے میں نمایاں حصہ لیا۔

بلوچستان:

بلوچستان سے تعلق رکھنے والے آپ کے خلفاء میں سے خلیفہ ابوالخیر (دشت کوئٹہ) محمد شریف بلوچستانی اور ان کے فرزند مولوی عبیداللہ کے نام نمایاں اہمیت رکھتے ہیں موخرالذکر کرنے حضرت حافظ الملتؒ کے ملفوظات کو قلمبند کیا۔ اس خطے میں ان حضرات نے آپ کی تعلیمات کو عام کیا۔ بلوچستان کے ضلع جعفرآباد، نصیرآباد، کچھی میں حضرت حافظ الملتؒ کے مریدین و معتقدین کی خاصی تعداد آباد ہے۔

اس کے علاوہ چشمہ (کوئٹہ) کے مشائخ حضرت خواجہ فیض الحق نقشبندیؒ اور ان کے فرزند حضرت عمر جان نقشبندیؒ کا تعلق خاطر بھی حضرت حافظ الملتؒ کے ساتھ رہا۔ نہ صرف یہ بلکہ خلیفہ عبدالرحمٰن کابلی (افغانستان) اور حضرت خلیفہ عمر شاہ (عراق) نے اس خطے سے باہر تک آپ کی تعلیمات کو پہنچایا اور مخلوق خدا کی رہنمائی کی اور ان کے ذریعے بڑی تعداد میں لوگ فیض روحانی سے مستفید ہوئے۔

ذیلی خانقاہوں کے ذریعے تبلیغی اثرات:

حضرت حافظ الملتؒ کے خلفاء مجاز نے جو ذیلی خانقاہیں قائم کیں اُن کے فیض یافتہ خلفاء نے آگے چل کر اپنے اپنے روحانی اور دینی مراکز میں تعلیم و تبلیغ کے ذریعے آپ کے نام اور پیغام کو مزید پھلنے پھولنے کا موقع فراہم کیا۔ان ذیلی خانقاہوں کی تفصیل اس طرح ہے۔

حضرت خلیفہ تاج محمود امروٹی:

آپ کے خلفاء اور ان کی ذیلی خانقاہیں یہ ہیں۔

۱۔ شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوری

۲۔ مولانا عبد العزیز تھریچانی شریف

اگرچہ ان ذیلی گدی نشینوں کے مسالک اور فروع میں خانقاہ بھرچونڈی شریف کے مشائخ سے کسی حد تک اختلاف ہے تاہم ہمیں اس تناظر سے ہٹ کر یہ دیکھنا ہے کہ یہ سب فیض یافتہ اُن افراد سے ہیں جو حضرت حافظ الملتؒ کے خاص رفیق اور خلفاء مجاز ہیں۔

حضرت خلیفہ غلام محمد دینپوریؒ:

حضرت خلیفہ غلام محمد دینپوریؒ کی روحانیت اور کمالات سے جن مشہور افراد نے فیض پایا ان میں شیخ الاسلام سید حسین احمد مدنی، مولانا احمد علی لاہوری، حضرت مولانا عبد الہادی شامل ہیں۔[۷۱]

روحانی نظام:

آپ نے طریقت کی بنیادیں ستونوں پر قائم کیں ان میں دو اہم جزو ذکر الٰہی اور عشق رسالتمآب ﷺ ہیں۔آپ کی اس طریقت کی تعلیم کے اثرات اس طرح پھیلے کہ ذکر و فکر اس خانقاہ کی جماعت کے دلوں میں رچ بس گیا۔ہر جگہ ذکر الٰہی کے حلقے قائم ہوئے اور صدائے لا الہ الا اللہ اور حق ھو کے نعروں سے آج تک گوشہ گوشہ منور ہے اور ضرب لا الہ الا اللہ آج بھی اس جماعت کا نعرہ مستانہ ہے۔

اسی طرح عشق رسول ﷺ کی تابناکیاں بھی پورے خطے میں عروج پر ہیں اور حضور ﷺ کے نام نامی اسم گرامی سن کر مشائخ بھرچونڈی شریف اور ان کے فقراء گھنٹوں گھنٹوں رونا اس امر کی روشن مثالیں کہ حضرت حافظ الملتؒ نے عشق رسول ﷺ کی جو شمع اپنے متعلقین میں روشن کی وہ اب تک فروزاں ہے۔

جماعت سے محبت:

آپ کی روحانی اور اخلاقی تعلیمات کا ایک اہم وصف آپ کے فقراء جماعت کا اپنے مرشد کامل اور باہم محبت عقیدت وخلوص ہے یہ دراصل انھیں اپنے مرشد حضرت حافظ الملت کی طرف سے عطا ہوا وہ خود اپنی جماعت وفقراء سے کمال درجے کی محبت رکھتے تھے۔

آپ کی تعلیم وصحبت کا یہ اثر ہے کہ آپ کی جماعت کے فقراء پر اپنے مرشد یا ان سے بعد کے مشائخ کے کرے پر رقت طاری ہو جاتی ہے اور بے اختیار ان کی آنکھوں سے آنسو جھلک پڑتے ہیں اور بے اختیار وجد میں آجاتے ہیں ایسی مثالیں کہیں کہیں ملتی ہیں۔ آپ کے فیض روحانی نے جو اثرات چھوڑے اس کا تجزیہ میمن عبد المجید سندھی اس طرح کرتے ہیں!

''آپ کی نظر فیض اثر لوگوں کی حالت بدل کر رکھ دیتی تھی جو بھی آپ سے ایک مرتبہ مل لیتا روحانیت میں لگ جاتا اپنی گمراہیاں اور اخلاقی کمزوریاں چھوڑ کر نئی اور پاکیزہ زندگی شروع کر دیتا تھا۔ اس طرح جہاں بھی آپ کا پیغام پہنچا وہاں ایک روحانی انقلاب برپا ہو گیا۔ اس روحانی اور اخلاقی نظام سے محض مرید ہی مستفیض نہیں ہوئے بلکہ ارد گرد رہنے والے دیگر عام لوگوں کو بھی فائدہ پہنچا نہ صرف سندھ بلکہ پنجاب اور بلوچستان کے کونے کونے میں آپ کے پیغام کے باعث صالح صحت منداور پاکیزہ اسلامی معاشرہ قائم ہوا اور جگہ جگہ ذکر الٰہی کی صدا بلند ہونے لگی۔''(۷۲)

سیاسی اثرات:

آپ نے اگرچہ خود براہ راست سیاست میں حصہ نہیں لیا لیکن آپ کے اندر جذبہ حریت موجود تھا۔ آپ کا دور برصغیر انگریزوں کے تسلط کا دور ہے جس کو آپ نے ہمیشہ نفرت نگاہوں سے دیکھا کئی بار آپ نے جلال میں آکر فرمایا کہ ''یہ انگریز ہمارے آگے کیا چیز ہے ہم تو راضی یہ رضاء الٰہی بیٹھے ہیں۔''(73) لہٰذا ہم دیکھتے ہیں کہ آپ کی اس انگریز دشمنی اور جذبہ آزادی کے اثرات آپ کے جانشینوں اور خلفاء پر واضح نظر آتے ہیں اور اس کا ثبوتِ عملی آپ کے جانشینوں اور خلفاء کی وہ عظیم جدوجہد ہے جو انھوں نے مسلمانان برصغیر کی بیداری اور انگریز استعمار کے خلاف صف آراء ہو کر کی اور بالآخر جس کے نتیجے میں ایک الگ اسلامی مملکت پاکستان کے قیام کی راہ ہموار ہوئی چنانچہ ہم بجا طور پر کہہ سکتے ہیں کہ برصغیر سے انگریزوں کی ہمیشہ کے لیے رخصت اور نئی ریاست پاکستان کا قیام آپ کے جانشینوں اور خلفاء کی عظیم مساعی کا نتیجہ ہے۔

- شیخ ثانی بھر چونڈی شریف حضرت حافظ عبد اللہؒ کی تحریک ہجرت کی مخالفت انگریزوں اور ہندوؤں کی مشترکہ ناپاک سازش کا پردہ چاک کرنا اور حب الوطنی اور اس سلسلے کی نمایاں خدمات ہیں۔
- اس طرح شیخ ثالث حضرت خواجہ عبد الرحمٰن صاحبؒ کی مسلمانان برصغیر کی آزادی کے لیے ولولہ انگیز جدوجہد بھی مثالی ہے بنارس کی آل انڈیا سنی کانفرنس میں اپنے سینکڑوں مریدین کے ہمراہ شرکت، قیام پاکستان کی قرارداد کی توثیق جماعت احیاءاسلام کا قیام اور پھر اسے قائداعظم کی قیادت میں مسلم لیگ میں ضم کرنا، اخبار الجماعۃ کا اجزاء جمعیۃ المشائخ کی تنظیم، اراکین سندھ اسمبلی سے ملاقاتیں کر کے انھیں قرار دیا پاکستان کی حمایت میں ووٹ دینے پر مجبور کرنا یہ وہ سب کارنامے ہیں جو قیام پاکستن کی جدوجہد میں سنگ میل ثابت ہوئے۔
- مسجد منزل گاہ سکھر پر ہندوؤں کے قبضہ کے خلاف جہاد میں آپ اور آپ کے فرزند عظیم شہید عبدالرحیم کی شرکت اور عملی جہاد کی مثال نہیں ملتی۔ غرض سیاسی شعبہ میں بھی اس خانقاہ کے مشائخ کی جدوجہد و خدمات کی داستانیں بڑی طویل ہیں اور ظاہر ہے یہ سب حضرت حافظ الملتؒ کے افکار و تعلیمات کا روشن عکس ہیں۔

خلاصہ بحث:

آپ نے شریعت و طریقت میں ہم آہنگی پر اپنے سلسلے کی بنیاد رکھی۔ آپ کے نزدیک شریعت و طریقت دو الگ الگ چیزیں نہیں ہیں بلکہ ان کا آپس میں گہرا تعلق ہے۔ آپ طریقت کی بنیاد شریعت ہی کو قرار دیتے ہیں۔ آپ کے نزدیک طریقت کی منزلیں شریعت کی پابندی ہی کے ذریعے طے کی جاسکتی ہیں جو کوئی شریعت سے ہٹ کر راہِ طریقت اختیار کرے گا گمراہی کا شکار ہوگا۔(74) آپ کے فرمودات کے مطابق شریعت، طریقت اور حقیقت کے مابین فرق یہ ہے کہ شریعت آنحضرت ﷺ کے عمل کا نام ہے۔ طریقت آپ ﷺ کے ارشادات و فرامین کو کہا جاتا ہے جبکہ حقیقت وہ ہے جسے آنحضرت ﷺ نے اپنی چشم مبارک سے ملاحظہ کیا۔ حقیقت و معرفت دراصل ایک جیسی معنی رکھتے ہیں۔(75) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت حافظ الملتؒ کی نظر میں جس طرح شریعت کا تعلق آنحضرت ﷺ کی ذاتِ اعلیٰ صفات سے ہے اسی طرح طریقت، معرفت و حقیقت کا تعلق بھی حقیقت محمد یہ ﷺ سے ہے۔ ان کی دینی و ملی خدمات کا دائرہ بہت وسیع ہے آپ قرآن پڑھنے، قرآن کے پیغام سے آشنا کرتے اور ایمان اور شریعت کے اصولوں کی وضاحت کے ساتھ ساتھ آپ کی نظر فیض اثر لوگوں کی حالت بدل کر رکھ دیتی تھی جو بھی آپ سے ایک مرتبہ مل لیتا روحانیت میں لگ جاتا اپنی گمرہیاں اور اخلاقی کمزوریاں چھوڑ کر نئی اور پاکیزہ زندگی شروع کر دیتا تھا اس طرح جہاں بھی آپ کا پیغام پہنچا وہاں ایک روحانی انقلاب برپا ہو گیا اس روحانی اور اخلاقی نظام سے محض مرید ہی مستفیض نہیں ہوئے بلکہ ارد گرد رہنے والے دیگر عام لوگوں کو بھی فائدہ پہنچا، نہ

صرف سندھ بلکہ پنجاب اور بلوچستان کے کونے کونے میں آپ کے پیغام کے باعث صالح صحت منداور پاکیزہ اسلامی معاشرہ قائم ہوااور جگہ جگہ ذکر الٰہی کی صدا بلند ہونے لگی۔اور حضرت حافظ الملتؒ نے عشق رسول ﷺ کی جو شمع اپنے متعلقین میں روشن کی وہ اب تک فروزاں ہے۔ آپ کی تعلیمات اور جذبہ آزادی کے اثرات کے ذریعے آپ کے جانشینوں اور خلفاء نے عظیم جدوجہد کی جو انھوں نے برصغیر کے مسلمانوں کی بیداری اور انگریز استعمار کے خلاف صف آراء ہو کر کی اور بالآخر جس کے نتیجے میں ایک الگ اسلامی مملکت پاکستان کے قیام کی راہ ہموار ہوئی چنانچہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ برصغیر سے انگریزوں کی ہمیشہ کے لیے رخصت اور نئی ریاست کا قیام آپ کے جانشینوں اور خلفاء کی عظیم مساعی کا نتیجہ ہے۔

آخر عمر میں آپ کبر سنی اور عوارضات کے باعث کافی کمزور ہوگئے تھے جس کے باعث آپ کو نماز کے لیے بار بار وضو کرنا پڑتا تھا۔انہی ایام میں آپ آخر وقت نماز ادا کرتے تھے اور قرات بھی مختصر کرتے تھے۔ لیکن ان تمام تکالیف اور بیماریوں کے باوجود باجماعت نماز کا معمول رہا حتیٰ کہ نفل تک قضا نہ کیے اور ایسے ہی دیگر تمام معمولات بھی پابندی کے ساتھ ادا کرتے رہے۔آپ کا وصال ۱۰ جماد الثانی ۱۳۰۸ھ/۲۲ جنوری ۱۸۹۱ء کو ہوا۔اور آپ کا روضہ مبارک بھرچونڈی شریف میں واقع ہے۔

حوالہ جات

۱. مغفور القادری، سید، عباد الرحمٰن، فرید بک اسٹال، لاہور ۱۹۶۹ء، ۱: ۲۸، ۲۹۔
۲. انصاری، فدا حسین، معارف حافظ الملت، حافظ الملت اکیڈمی، بھرچونڈی شریف، ۱۹۹۷ء، ص: ۱۱۴۔
۳. ماہنامہ الشریعت (رسالہ)، سوانح حیات (سندھی)، سکھر، اکتوبر ۱۹۸۱ء، ص: ۵۔
۴. الانہ غلام علی، ڈاکٹر، معارف حافظ الملتؒ، حافظ الملت اکیڈمی، بھرچونڈی شریف، ۱۹۹۲ء، ص: ۱۵۔
۵. مغفور القادری، سید، عباد الرحمٰن، ۱: ۱۷۔
۶. عبیدی حامی دین پوری، ید بیضاء، خانقاہ قادریہ راشدیہ، دین پور (خانپور)، ۱۹۷۶ء، ص: ۵۱۔
۷. نعیمی محمد اقبال حسین تذکرہ اولیاء، سندھ، ناشر شارق پبلی کیشنز، کراچی، ۱۹۸۷ء، ص: ۱۵۶۔
۸. مغفور القادری، سید، عباد الرحمٰن، ۱: ۳۲۔
۹. ایضاً، ۳۴۔
۱۰. ماہنامہ الشریعت (رسالہ)، سوانح (سندھی)، سکھر، فروری، ۱۹۹۵ء، ص: ۶۔
۱۱. عبد المجید میمن، معارف حافظ الملت، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۹۴ء، ص: ۱۳۴۔
۱۲. قدوسی، اعجاز الحق، تاریخ سندھ، اردو سائنس بورڈ، لاہور، ۱۹۸۴ء، ۳: ۳۔
۱۳. ایضاً م ص: ۳۱۸۔
۱۴. راشدی حسام الدین، سید، ھودو تھی ھوڈ میمن (سندھی)، سندھی ادبی بورڈ، حیدر آباد، ۱۹۷۷ء، ۸: ۸۔
۱۵. ایضاً۔
۱۶. قدوسی اعجاز الحق، تاریخ سندھ، ۳: ۳۱۴۔
۱۷. نعیمی محمد اقبال حسین تذکرہ اولیاء، سندھ، ناشر شارق پبلی کیشنز، کراچی، ۱۹۸۷ء، ص: ۱۵۷۔
۱۸. مغفور القادری، سید، عباد الرحمٰن، ۱: ۱۷۔
۱۹. بروایت محمد رحیم سکندری، مفتی، زبانی، خانقاہ پیر پگارہ (پیر گوٹھ) مورخہ: ۱۸ اپریل ۱۹۹۵ء۔
۲۰. مغفور القادری، سید، عباد الرحمٰن، ۱: ۱۶۔
۲۱. محمد سرور، خطبات مقالات، ساگر اکیڈمی، لاہور، ۱۹۸۷ء، ص: ۶۶۔
۲۲. قدوسی اعجاز الحق، تذکرہ صوفیاء سندھ، اردو اکیڈمی، کراچی، ۱۹۵۹ء، ص: ۱۷۲۔
۲۳. بروایت مولانا عبد الطیف سکندری، خطیب و امام جیئے شاہ، سکھر، مورخہ: ۱۸ اپریل ۱۹۹۴ء۔
۲۴. مغفور القادری، سید، عباد الرحمٰن، ۱: ۳۸۔
۲۵. عبد المجید میمن، ڈاکٹر، معارف حافظ الملتؒ، ص: ۱۴۰۔
۲۶. روزنامہ پبلک، کراچی، ۱۹۹۳ء، مورخہ ۲۳ نومبر ۱۹۹۵ء۔
۲۷. مغفور القادری، سید، عباد الرحمٰن، ۱: ۶۸۔
۲۸. محمد فاروق القادری، سید، جام عرفان (ترجمہ: ملفوظات حافظ الملت)، فرید بکسٹال، لاہور، ۱۹۹۴ء، ص: ۲۸۔
۲۹. حسان الحیدری میر، تعارف عکس جمیل، حافظ الملت اکیڈمی، خانقاہ بھرچونڈی شریف، ۱۹۹۳ء، ص: ۲۱۔
۳۰. محمد فاروق القادری، سید، جام عرفان، ص: ۲۷۔
۳۱. عبد المجید میمن، ڈاکٹر، معارف حافظ الملت، ص: ۴۴۔
۳۲. قدوسی، اعجاز الحق، تاریخ سندھ، اردو سائنس بورڈ، لاہور، ۳، ۱۹۹۸۴ء: ۲۱۴۔
۳۳. دھلوی شاہ ولی اللہ محدث، الفوز الکبیر، مترجم: رشید احمد انصاری، نذیر سنز پبلشرز، لاہور، ۱۳۰۲ء، ص: ۱۷۔
۳۴. ایضاً، ص: ۱۹۔
۳۵. محمد فاروق القادری، سید، جام عرفان، ص: ۱۱۹۔
۳۶. راقم کو مورخہ ۲۳ نومبر ۱۹۹۴ء کو پتن مینارہ کے علاقے میں جانے کا اتفاق ہوا۔

۳۷. محمد فاروق القادری، سید، جام عرفان، ص: ۲۳۔
۳۸. ماہنامہ نصیحت، از مضمون مولانا عبداللہ درخواستی، نومبر ۱۹۹۴ء۔
۳۹. محمد فاروق القادری، سید، جام عرفان، ص: ۲۳۔
۴۰. عبیدی حامی دین پوری، ید بیضاء، خانقاہ قادریہ راشدیہ، دین پور (خانپور)، ۱۹۷۶ء، ص: ۵۶۔
۴۱. ماہنامہ نصیحت، سکھر، نومبر ۱۹۹۴ء، ص: ۱۰۔
۴۲. محمد فاروق القادری، سید، جام عرفان، ص: ۲۲۔
۴۳. عبیدی حامی دین پوری، ید بیضاء، ص: ۵۶۔
۴۴. ماہنامہ نصیحت، ص: ۱۱۔
۴۵. نعیمی محمد اقبال احمد، تذکرہ اولیاء سندھ، ص: ۱۶۰۔
۴۶. محمد فاروق القادری، سید، جام عرفان، ص: ۲۶۔
۴۷. ماہنامہ نصیحت، ص: ۱۱۔
۴۸. عبیدی حامی دین پوری، ید بیضاء، ص: ۵۷۔
۴۹. ایضاً، ص: ۵۷، ۵۸۔
۵۰. محمد فاروق القادری، سید، جام عرفان، ص: ۲۵۔
۵۱. نعیمی محمد اقبال احمد، تذکرہ اولیاء سندھ، ص: ۱۶۰۔
۵۲. عبیدی حامی دین پوری، ید بیضاء، ص: ۵۴۔
۵۳. نعیمی محمد اقبال احمد، تذکرہ اولیاء سندھ، ص: ۱۶۰۔
۵۴. مغفور القادری، سید، عباد الرحمٰن، ۱: ۶۲۔
۵۵. ماہنامہ الشریعت (رسالہ)، سوانح (سندھی)، سکھر، فروری، ۱۹۹۵ء، ص: ۷۔
۵۶. محمد سرور، افادات ملفوظات مولانا سندھی، سندھ ساگر اکیڈمی، لاہور، ۱۹۸۷ء، ص: ۹۴۔
۵۷. ایضاً، ص: ۱۰۹، ۱۱۰۔
۵۸. عبیدی حامی دین پوری، ید بیضاء، ص: ۴۳۔
۵۹. مغفور القادری، سید، عباد الرحمٰن، ۱: ۴۳۔
۶۰. محمد فاروق القادری، سید، جام عرفان، ص: ۱۱۱۔
۶۱. مغفور القادری، سید، عباد الرحمٰن، ۱: ۴۹۔
۶۲. محمد سرور، افادات ملفوظات مولانا سندھی، ص: ۱۲۵۔
۶۳. ایضاً، ص: ۲۰۰، ۲۰۱۔
۶۴. بروایت مفتی محمد رحیم سکندری، بمقام خانقاہ پیر گوٹھ، مورخہ ۱۸ اپریل ۱۹۹۴ء۔
۶۵. محمد فاروق القادری، سید، جام عرفان، ص: ۲۸۔
۶۶. مغفور القادری، سید، عباد الرحمٰن، ۱: ۱۶۔
۶۷. محمد سرور، خطبات و مقالات، ص: ۶۶۔
۶۸. محمد فاروق القادری، سید، جام عرفان، ص: ۲۸۔
۶۹. الانہ غلام علی، ڈاکٹر، معارف حافظ الملتؒ، ص: ۱۸۔
۷۰. روزنامہ کاوش، جمعہ میگزین، حیدرآباد، مورخہ ۲۹ دسمبر ۱۹۹۴ء۔
۷۱. عبیدی حامی دین پوری، ید بیضاء، ص: ۴۷۔
۷۲. عبدالمجید میمن، ڈاکٹر، معارف حافظ الملتؒ، ص: ۳۶۔
۷۳. امام احمد رضا، مجلّہ تحقیقات، ۱۹۹۳ء، ص: ۶۸۔
۷۴. عبدالمجید میمن، ڈاکٹر، معارف حافظ الملتؒ، ص: ۴۴۔
۷۵. محمد فاروق القادری، سید، جام عرفان، ص: ۸۳۔